Al-Mahdi Research Journal
Vol. 04, No. 01 (Jan-June 2023)
ISSN (p): 2789-4142 ISSN (e):2789-4150

عورت کے عائلی معاملات میں منافی اسلامی اموراور قرآن وسنّہ کی تعلیمات:ایک تحقیقی مطالعہ

A woman in the context of anti-Islamic practices in family affairs and the teachings of the Qur'an and Sunnah, a research study in the context of Pakistani society

Anwar ul Haq
PhD Scholar, Dept of Islamic Learning, University of Karachi
Salman Hussain
M.phil Scholar, Dept of Islamic Learning, University of Karachi

Abstract:

This research paper seeks to explore the role of women in the context of anti-Islamic practices in family affairs and the teachings of the Qur'an and Sunnah in Pakistani society. The aim of the research is to identify the existing challenges and opportunities for women in the Pakistani society, and to analyze the role of Islamic teachings in the context of family affairs. The research questions focus on the role of Islamic teachings in the context of family affairs, the challenges faced by women in the Pakistani society, and the potential solutions to these challenges. The methodology used in the research includes interviews, surveys and focus groups. The significance of this research lies in its contribution to the body of knowledge on the topic of women in the Pakistani society, and to the understanding of the role of Islamic teachings in family affairs. The research will provide valuable insights into the challenges faced by women in the Pakistani society, and the potential solutions to these challenges. The conclusion of the research will provide a comprehensive overview of the current situation and the potential solutions for the challenges faced by women in the Pakistani society.

Key Words: *Dajjal, Maseeh, Saviour, Mahdi, Hereafter*

تعارف

اسلام نے عائلی معاملات کو باہمی نزاعات اور لڑائی جھگڑوں سے بچانے کے لئے زوجین کے ہر فریق کے لئے اصول و فرائض متعین کر دئے ہیں۔ان فرائض کی عدم ادائیگی سے اور افراط و تفریط سے نہ صرف زوجین میں باہمی اختلافات جنم لیتے ہیں بلکہ آہستہ آہستہ یہ معاملات بگڑ کر پورے خاندان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔اس سے بچے بھی متاثر ہوتے ہیں اور زوجین سے متعلقہ افراد بھی اس کی لپیٹ میں آتے ہیں۔اور بالواسطہ معاشرہ کی بے سکونی اور بے چینی میں اضافہ ہوتا ہے۔پاکستانی معاشرے میں بظاہر عورت مظلومیت کا شکار اور مرد کے لئے تختہ مشق نظر آتی ہے۔اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اکثر مشرقی مرد اپنی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک میں بہت پیچھے نظر آتے ہیں۔لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج کی عورت ایسے اعمال کی مرتکب کرتی نظر آتی ہے جو اس کی عائلی زندگی کو سنگین مسائل سے دو چار کر رہی ہے۔ازدواجی زندگی جو کہ سکون و اطمینان اور مہر و محبت کا باعث ہونا چاہیے وہ باہمی نفرتوں،عداوتوں اور رنجشوں کا سبب بن رہی ہے۔اس سے خاندانی زندگی شدید متاثر ہو رہی ہے اور نت نئے عائلی مسائل سامنے آرہے ہیں۔

شوہر کی نافرمانی اور سرکشی:

عصر حاضر میں ہمارا معاشرہ مغرب کی اندھا دھند تقلید کے نتیجے میں گوناگوں بیماریوں میں مبتلا ہو گیا ہے۔ان میں سے ایک اہم بیماری عورت کی سرکشی اور شوہر کی اطاعت سے فرار ہے۔یہ عورت ہی کی جہالت اور نادانی کا نتیجہ ہے کہ "گھر کا وجود" جو کہ باعث رحمت و سکون ہے، ایک اذیت ناک قید خانے میں تبدیل ہو گیا ہے اور گھر کا آرام و چین کہیں گم گیا ہے۔نت نئے ازدواجی مسائل کی بنا پر ایک طرف طلاق کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے تو دوسری طرف اولاد اور دوسرے سماجی بندشوں کی وجہ سے افراد معاشرہ مجبوراً اس رشتہ کو نبھاتے ہوئے ایک نفسیاتی زندگی گزار رہے ہیں۔

اسلامی قانون ازواج کی تدوین فطرت انسانی کے مطابق نہایت منظم اور با اصول انداز میں کی گئی ہے۔ جس کی رو سے ازدواجی زندگی میں مرد کو عورت سے ایک درجہ زائد عطا فرمایا گیا۔ارشاد ہے:

"اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِم"[1]

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔"

اس اصول کے تحت مرد کو صاحب امر اور عورت کو ماتحت بنایا گیا ہے۔مرد کو اس بنا پر اضافی خصوصیات سے نوازا گیا ہے کیونکہ یہ ایک امر حقیقت ہے کہ خانگی و ازدواجی ذندگی کے لئے زوجین میں سے ایک کا قوام اور صاحب امر ہونا لازم ہے۔علامہ ابراہیم امینی لکھتے ہیں:

"ایک خاندان کے افراد کے درمیان آپس میں مکمل مفاہمت اور ہم آہنگی ہونی چاہیے۔لیکن ایک مدبر اور عاقل سرپرست کا وجود بھی اس کے لئے ضروری ہے۔جس گھر میں ایک مدبر اور با اثر سرپرست نہیں ہو تا یقینی طور پر اس گھر میں نظم وضبط کا فقدان ہوتا ہے۔گھر کی سرپرستی یا تو مرد کے سپرد ہو یا عورت اس کی اطاعت کرے یا پھر عورت سرپرست ہو اور مرد اس کی فرمانبرداری کرے لیکن چونکہ یہ کام مرد زیادہ بہتر طریقے سے انجام دے سکتے ہیں کیونکہ ان کی عقل پر ان کے جذبات غالب نہیں آتے۔"[2]

گویا خاندان کی فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ مرد کو خاندان کا سرپرست اور ولی قرار دیا جائے۔ اگرچہ یہ بھی اہم ہے کہ امور خانہ داری کا ایک بڑا حصہ عورت کے زیر نگرانی ہوتا ہے اور زیادہ تر فیصلے اور امور اسی کی مرضی اور اختیارات پر طے پاتے ہیں لیکن خانگی زندگی کے بیشتر مسائل مرد کی توجہ اور فیصلے کے محتاج ہوتے ہیں۔ مرد کی رائے اور مشورہ اس ضمن میں بہتر فیصلہ کرتے ہیں۔ مولانا مودودی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"قانون اسلام نے چونکہ مرد کو قوام بنایا ہے اور اس پر عورت کے مہر، نفقہ اور نگہبانی اور خبر گیری کی ذمہ داری عائد کی ہے۔ اس لئے وہ مرد کو عورت پر چند ایسے اختیارات عطا کرتا ہے جو خانگی زندگی کا نظم برقرار رکھنے اور اپنے گھر کے اخلاق اور حسن معاشرت کی حفاظت کرنے اور خود اپنے حقوق کو برباد ہونے سے بچانے کے لئے اس کو حاصل ہونا ضروری ہے۔"[3]

اسلام دشمن عناصر کی جانب سے گزشتہ دو دہائیوں سے یہ کوشش کی جاری ہے کہ مسلمان معاشروں میں سے اسلام کی اعتقادی اور اخلاقی بنیادوں کو اکھاڑ دیا جائے اور ان کو مغرب کی سامراجی طاقتوں کے لئے تر نوالہ بنا دیا جائے۔ اسی سازش کے ضمن میں مسلمانوں کے بنیادی ادارے خاندان کی ریختگی اور شکستگی کا سامان کیا گیا۔ نعیم صدیقی اس صورتحال کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مغرب نے ہمارے گھروں میں نقب لگا کر عورت کو اپنے طلسم میں جکڑنے کی کوشش شروع کر دی ہیں،،، ۲ و اور ادھر ہمارے ہاں کی تعلیم یافتہ عورت ان پڑھ عورتوں سے زیادہ بھولی بھالی نظر آ رہی ہے یعنی بجائے اس کے وہ فکری اور ثقافتی استعمار کی یلغار کو تعلیم کے ذریعے سمجھ کر اپنے طور طریقوں پر ڈٹ جاتی اور زمانے کی یورش کا مقابلہ کرتی اور اس کام کے لئے نیم خواندہ اور ان پڑھ عورتوں کو بھی منظم کرتی، اس نے ماڈرن تنظیموں کے ذریعے ثقافتی استعمار کی ایجنسی سنبھال لی ہے۔"[4]

مزید عصر حاضر میں اس کے برخلاف صورتحال ہے، عورت دائرہ اطاعت سے نکلتے ہوئے خود مختاری کی دعویدار بن رہی ہے جس سے ایک طرف تو مرد کی نفسیاتی و جذباتی کیفیت متاثر ہو رہی ہے اور دوسری طرف عورت کا وجود ہی، مرد کی اطاعت سے بے نیاز، خود مختاری کا اضافی بوجھ نہیں سنبھال پا رہا ہے اور وہ اپنے مقصد حیات سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ علامہ ابراہیم امینی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"ہر حال میں مرد کے حق حاکمیت اور سرپرستی کا احترام کرنا چاہیے۔ اگر کسی بات میں وہ اپنی رائے ظاہر کرے اور دخل اندازی کرے خواہ خانہ داری کے جزوی مسائل ہی کیوں نہ ہوں تو اس کی رائے اور تجویز کو رد نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ چیز اس کے حق حاکمیت سے انکار کے مترادف ہوگی اور چونکہ اس بات سے اس کی شخصیت مجروح ہوگی اس لیئے اپنے آپ کو شکست خوردہ اور اپنی بیوی کو بے ادب، حق ناشناس اور ضدی خیال کرے گا۔ زندگی سے اس کی دلچسپی کم ہو جائے گی۔"[5]

عورت کی سرکشی اور نافرمانی کی بنا پر مرد و عورت کے مابین حقوق و فرائض کی کشمکش میں اضافہ ہوا ہے۔ کوئی کم پر راضی نہیں نتیجتاً ایک طرف تو گھروں کے ٹوٹنے کا تناسب تیزی سے بڑھ رہا ہے اور دوسری طرف گھریلو ماحول شدید کشیدگی کا شکار ہے۔ اور ان سب میں سب سے زیادہ بدترین صورتحال اس اولاد کی ہے جو اس کشیدہ ماحول میں پروان چڑھتی ہے۔ جس کی ہمدردیاں بظاہر ماں کے ساتھ ہوتی ہیں لیکن وہ بھی ماں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کسی کی اطاعت کے زمرے میں نہیں آتے حتیٰ کہ ماں کا وجود بھی قابل اطاعت نہیں گردانا جاتا۔

شکوہ شکایت اور ناشکرا پن اور بے جا توقعات:

موجودہ دور کی مادیت پرستی نے جہاں لالچ اور حرص میں اضافہ کیا ہے وہیں فطرتوں اور طبیعتوں میں ناشکرا پن اور شکوہ شکایت کے عنصر میں بھی اضافہ ہوا ہے۔اکثر بیشتر عورتیں خاوندوں کے حسن سلوک اور مالی آسودگی کے باوجود ناشکرے پن کا اظہار کرتی رہتی ہیں۔عورتوں کے اس قبیح فعل کی نہایت مذمت کی گئی ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سورج گہن کے موقع پر نہایت طویل نماز خسوف ادا کی اور دوزخ کے بارے میں فرمایا:

"ورایت النار فلم ار کالیوم منظر قط ورایت اکثر اھلھا النساء قالو لم یا رسول اللہ قال بکفرھن قیل یکفرن باللہ قال یکفرن العشیر و یکفرن الاحسان لو احسنت الی احداھن الدھر ثم رات منک شیئاقالت ما رایت منک خیرا قط"[6]

"میں نے آج دوزخ دیکھی میں نے آج تک دوزخ کی طرح کوئی ڈراونی چیز نہیں دیکھی میں نے دیکھا کہ اس میں عورتیں بہت ہیں لوگوں نے عرض کیا کیا اللہ کا کفر (انکار) آپ ﷺ نے فرمایا نہیں خاوند کا کفر اس کی ناشکری احسان نہ ماننا، عورت کا حال یہ ہے اگر تو عمر بھر اس کے ساتھ احسان کرتا رہے پھر ایک بات (اپنی مرضی کے خلاف دیکھے) تو کہنے لگتی ہے (دوئی نوج) کبھی مجھ کو تم سے چین نہیں پہنچا۔(پچھلے سارے احسان نظر انداز کر دیتی ہے۔"

انسان کی فطرت ہے کہ اگر وہ کسی پر احسان کرتا ہے یا اپنی دولت خرچ کرتا ہے تو اس بات کا متمنی ہوتا ہے کہ اس کی قدر دانی کی جائے اور اظہار تشکر کیا جائے۔یہ چیز اس کے لئے ترغیب وہمت افزائی کا بھی سبب بنتی ہے اور وہ مزید احسان اور نیکی کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے۔مرد حضرات بھی اپنے اہل وعیال کا نان نفقہ برداشت کرتے ہیں اور ان کی جملہ ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔یہ ان کی ذمہ داری ہے۔لیکن اگر ان کے فرائض میں شامل معمولات میں معمولی سی بھی کمی بیشی کی بنا پر ناقدری کی جائے، عیب جوئی کی جائے تو یہ ان کے لئے تکلیف اور ضرر کا سبب بنتا ہے۔جس کے رد عمل کی صورت میں وہ عورتوں کے حقوق میں کوتاہی برتنے لگتا ہے۔اس ضمن میں علامہ ابراہیم امینی لکھتے ہیں:

"اگر آپ اس کے کاموں کو حقیر سمجھیں گی اور اس کی کوششوں کو یا اس کی شخصیت کو نظر انداز کریں گی تو اس کا دل سرد ہو جائے گا اور رفتہ رفتہ گھر اور زندگی سے اس کی دلچسپی کم ہوتی جائے گی۔"[7]

معاشرے میں دینی شعور کا فقدان مردوزن دونوں کے لئے فتنہ بن چکا ہے۔مادیت پرستی اور مفاد پرستی نے معاشرے میں ایک نہ ختم ہونے والی حرص وہوس کی دوڑ کو جنم دیا ہے، اب اس بلند معیار زندگی کی دوڑ نے مردوزن دونوں میں حلال و حرام کی تمیز مٹا دی ہے۔اور ھل من مزید کے چکر نے زندگی کو "معیشاۃ زنکا" بنا دیا گیا ہے۔نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

"یہ سارا بوجھ خاوندوں یا باپوں اور بھائیوں کی آمدنیوں پر پڑتا ہے اور وہ بیچارے جب رزق حلال سے اسے پورا نہیں کر سکتے تو حرام کے راستوں پر حاصل کرتے ہیں۔"[8]

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اکثر خواتین اپنی بے جا فرمائشوں اور مطالبات کے باعث اپنے شوہروں کے دیوالیہ کا سبب بنتی ہیں۔عورت کا ناشکرہ پن، ناعاقبت اندیشی اور بے جا خواہشات اور توقعات اچھے بھلے خاندان کو تباہی اور بربادی کے دہانے پر پہنچا دیتی ہے۔ابن فرید لکھتے ہیں:

"بعض خواتین کی ایسی مثالیں بھی ہمارے سامنے ہیں جو شوہروں کے لئے ایک الجھن کا باعث بن جاتی ہیں۔انہیں بس یہ فکر رہتی ہے کہ اپنی خوشی اپنی مسرت کے سامان فراہم کیے جائیں، شوہر پر خواہ کتنا ہی بوجھ پڑ جائے وہ چاہے کہیں سے لائے۔بھر

جب روزمرہ کی زندگی ان فرمائشات کی وجہ سے متاثر ہونے لگتی ہے تو وہ اور بھی ناک چڑھا لیتی ہیں گویا سب کچھ ان کی وجہ سے نہیں شوہر کی وجہ سے ہوا ہے"[9]

بظاہر چھوٹی نظر آنے والی یہ معمولی عادتیں نہ صرف گھریلو فساد اور جھگڑے کا سبب بنتی ہیں بلکہ بسا اوقات خاندانوں کے ٹوٹنے کا بھی باعث بنتی ہیں۔

عیب جوئی:

الیکٹرانک میڈیا کی چکاچوند نے جہاں بلند معیار زندگی کو پروان چڑھایا وہاں شریک حیات کے لئے بھی بلند معیار اور آئیڈل تخلیق پا گئے ہیں۔ اب معاشرے میں عام رواج طے پا گیا ہے کہ ایسا شریک حیات تلاش کیا جائے جو تمام عیوب سے پاک ہو اور معاشرے میں رائج آئیڈل کے مطلوبہ صفات کا حامل ہو۔ لڑکیاں ایسے آئیڈل مرد کو اپنے دماغ میں مجسم کر لیتی ہیں جس وجہ سے نت نئے مسائل جنم لیتے ہیں: علامہ ابراہیم امینی ایسی عورتوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جن عورتوں کو عیب جوئی کی عادت ہوتی ہے وہ خواہ مخواہ اپنے شوہروں میں عیب نکالتی رہتی ہیں۔ ایک معمولی سا عیب ان کی نظروں میں ایک بڑے اور ناقابل برداشت عیب کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ شوہر کی خوبیوں کو یکسر نظر انداز کر دیتی ہیں۔ ہمیشہ نالہ و فریاد اور آہ وزاری کرتی رہتی ہیں۔ اپنی شادی پر پچھتاتی ہیں۔ خود کو شکست خوردہ اور بد قسمت سمجھتی ہیں۔"[10]

ازدواجی زندگی خواب و خیال سے، اور ظاہری ٹیپ ٹاپ سے نہیں بنتی بلکہ حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے، فرائض اور ذمہ داریوں کو بخوبی سرانجام دینے سے کامیاب گزرتی ہے۔ اس ضمن میں مرد و زن دونوں کو ہی فلمی، افسانوی اور خواب و خیال سے مزین حسین و جمیل فریبی دنیا سے باہر آنا ہوگا اور حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اس ذمہ داری کی اہلیت پیدا کرنی ہوگی۔

ازدواجی معاملات کو خوش اسلوبی سے نبھانے کی مد میں عورتوں کو یہ ارشاد بھی ذہن میں رکھنا چاہیے:

"هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ"[11]

"وہ تمہاری پوشاک ہیں تم ان کی پوشاک ہو۔"

اللہ تعالیٰ روح ازدواج کی ضمن میں مرد وزن کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتے ہیں۔ لباس کا کام جسم کی ستر پوشی اور عیب پوشی کرنا ہے۔ لہٰذا مرد ہو یا عورت لازماً ایک دوسرے کی برائیوں اور عیبوں کو چھپانے والے ہوں نہ کہ اس کو زمانے کو ازبر کرانے والے ہوں۔

بداخلاقی:

ہمارے معاشرے میں اخلاقی تربیت کا شدید فقدان ہے۔ ازدواجی زندگی میں کوتاہی اور بگاڑ کی ایک بڑی وجہ عورت کی بد اخلاقی اور بدزبانی ہے۔ ہمارے معاشرے میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات کا عمل دخل اتنا محدود ہو گیا ہے کہ ہر دوسرے گھر کی عورت بد اخلاق اور بد تہذیب ہے۔ اگر چہ دنیا کی نظر میں اس کو با اخلاق، باتہذیب اور اچھی سیرت کا حامل سمجھا جاتا ہے لیکن اندرون خانہ صورتحال یہ ہے کہ ذاتی زندگی میں ان تمام اعلیٰ اقدار کا فقدان ہی نظر آتا ہے۔ کیونکہ اخلاقی معاملات میں دوہرے معیارات اور منافقانہ رویہ پایا جاتا ہے۔ علامہ ابراہیم امینی لکھتے ہیں:

"وہ عورتیں جو نادان اور خود غرض ہوتی ہیں اور شوہر داری کے آداب اور معاشرت کے رموز سے ناواقف ہوتی ہیں ان میں اتنا بھی صبر وضبط نہیں ہوتا کہ وہ اپنی پریشانیوں کو برداشت کریں اور درد دل کو مناسب وقت کے لئے اٹھا کر رکھیں۔ جیسے ہی بے

چارہ شوہر تھکاماندہ گھر میں داخل ہوتا ہے، ذرادم بھی نہیں لینے پاتا کہ اسی وقت اس کی نادان بیوی شکایتوں کا دفتر کھول دیتی ہے گھر سے بیزار بنادینے کے لئے کافی ہے۔"[12]

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ازدواجی زندگی کی اکثر پریشانیوں اور مشکلات کو اخلاق حسنہ کے ذریعہ حل کیا جاسکتا ہے۔ عورت کی اعلیٰ ظرفی اور خوش اخلاقی ہی اس کی کامیاب ازدواجی زندگی کی کلید خاص ہے۔ معاشرے میں صورتحال اس کے برعکس ہے۔ ابن فرید عورتوں کی فطرت کے بارے رقمطراز ہیں:

"جب عورت جذبات سے مغلوب ہوتی ہے تو زبان کو بالکل غلط طریقے سے استعمال کرتی ہے۔ وہ اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ پاتی، لعن طعن، زبان درازی، بدگوئی سب حربے استعمال کرتی ہے۔"[13]

حالانکہ گھریلو معاملات میں صبر واستقلال کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ عورت کی برداشت، ایثار اور بلند ہمتی سے ہی گھروں میں خوشگوار فضااور ماحول قائم ہوتا ہے۔ زبان عورت کی سب سے بڑی کمزوری ہے اور اسی کی بناپر عورتوں کی اکثریت جہنم میں داخل ہوگی۔ حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے:

"قال رسول اللہ ﷺ اطلعت فی الجنۃ فرایت اکثر اھلھا الفقراء واطلعت فی النار فرایت اکثر اھلھا النساء"[14]

"فرمایا رسول اللہ ﷺ جھانکا میں نے جنت میں تو دیکھا کہ اکثر اہل اس کے فقراء ہیں، اور جھانکا میں نے دوزخ میں سو دیکھا کہ اکثر اس کی رہنے والی عورتیں ہیں۔"

گھریلو ماحول کی درستگی میں رویے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ خصوصاً زن وشوہر کے باہمی تعلقات کسی بھی گھر یا خاندان کے ماحول کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔ اگر یہ رشتہ اعلیٰ اقدار پر مبنی باہمی تعاون ہمدردی وغم گساری کی صورت میں ہوگا تو ایک بہترین ماحول تخلیق پائے گا لیکن اگر اس رشتہ میں بد اخلاقی، ضد، انا، رنجش، جھگڑا فساد، لعن طعن کا عنصر شامل ہو تو یہ پراگندگی پورے خاندان کو لے ڈوبتی ہے۔ ابن فرید اس صورتحال کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ایک بار جب طبیعت بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے تو پھر نفرت کا احساس بڑھتا چلا جاتا ہے، ایک بار جب معاملے میں دل کو ناگواری محسوس ہو جاتی ہے تو پھر دوسرے معاملات میں شوہر کی بات کو قبول کرنے کے لئے طبیعت آمادہ نہیں ہوتی یہ فطری بات ہے، اس میں کسی طرح کا شک نہیں کیا جاسکتا چنانچہ شوہر کی ہر بات کو رد کرنے یا اس میں نقص نکالنے کا جذبہ بڑی تیزی سے پرورش پانے لگتا ہے۔"[15]

شوہر اور بیوی کے مابین یہ اختلاف و جھگڑا صرف اس ایک گھر کو گرفت میں نہیں لیتا بلکہ ان سے منسلک دوسرے گھر اور خاندان کے دوسرے افراد بھی متاثر ہوتے ہیں۔ اور یہ پورے خاندان کی تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ شوہر اور بیوی کے ماں باپ اپنی اولاد کی طرف داری کریں گے۔ اور ساتھ ہی بہن بھائیوں کے مابین بھی بدگمانیاں بڑھ جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ باہمی رنجشیں بچوں پر بھی بدترین اثرات مرتب کرتی ہیں۔ ان کی تربیت پر بھی برا اثر پڑتا ہے اور اولاد غلط روی اور کج روی کا شکار ہو جاتی ہے اور ان میں اخلاقی وصفاتی خرابیاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ علامہ امینی لکھتے ہیں:

"بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں جب اپنے شوہر سے ناراض ہو جاتی ہیں تو بات چیت کرنا بند کر دیتی ہیں، منہ پھلاتے ہوئے، تیوریاں چڑھی ہوئی، ایک کونے میں بیٹھی، کسی کام کا ہاتھ نہیں لگا رہی ہیں، کھانا نہیں کھا رہی ہیں، بچوں پر غصہ اتار رہی ہیں، شور وہنگامہ

کر رہی ہیں۔ ان کے خیال میں لڑائی جھگڑا بہترین وسیلہ ہے جس کے ذریعے شوہر سے انتقام لیا جا سکتا ہے۔ ان سے بدترین نتائج بر آمد ہونے کا امکان ہے۔"[16]

غرض معمولی معمولی باتوں کی رنجشیں، اخلاقی صفات کے فقدان کی بنا پر، نہ صرف ازدواجی زندگی کو مشکل تر بناتی ہیں بلکہ نسل نو کو بھی بدترین خسارے سے دوچار کرتی ہیں۔ جس کی تلافی ممکن ہی نہیں ہوتی۔

رازداری کا فقدان:

قرآن مجید میں زوجین کے لئے لباس کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ لباس چونکہ جسم کی حفاظت اور پردہ پوشی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ زوجین بھی اسی طرح ایک دوسرے کے لئے حفاظت اور پردہ پوشی کے لئے تخلیق کئے گئے ہیں۔ اس رشتہ کی خوبصورتی اس بات میں مضمر ہے کہ شوہر و بیوی ایک دوسرے کی خامیوں، کوتاہیوں اور عیبوں کی پاسبانی کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ ارشاد ہے:

"هُنَّ لِبَاس'' لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاس'' لَّهُنَّ"[17]

وہ تمہاری پوشاک ہیں تم ان کی پوشاک ہو۔

مرد و عورت ایک دوسرے کا لباس قرار دیے گئے ہیں۔ جو ایک دوسرے کی پردہ پوشی کے پابند ہیں اور عیبوں کے رازدار اور پاسبان ہیں۔ سید ابوالاعلی مودودی لکھتے ہیں:

"لباس کے استعارہ کو زوجین کے لئے استعمال کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ان کے درمیان مناکحت کا تعلق معنوی حیثیت سے ویسا ہی تعلق ہونا چاہیے جیسا جسم اور لباس کے درمیان ہوتا ہے۔ ان کے دل اور ان کی روحیں ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوں، وہ ایک دوسرے کی ستر پوشی کریں، اور ایک دوسرے کو ان اثرات سے بچائیں جو ان کی عزت اور ان کے اخلاق پر حرف لانے والے ہوں۔ یہی مقتضی ہے مودت اور رحمت کا اور اسلامی نقطہ نظر سے یہ ازدواجی تعلق کی اصل روح ہے۔"[18]

قرآن کی رو سے ازدواجی تعلقات کی بنیاد "حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ"[19] پر استوار ہے۔ عورت کا اولین فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی پیٹھ پیچھے نہ صرف اسکے مال اور گھر کی حفاظت کرے بلکہ اس کی عزت اور اخلاق کی بھی پاسبانی کرے۔ اس کے رازوں اور عیبوں کی پردہ پوشی کرے، اور اس کے معاملات مں اس کی معاون و مددگار بن کر رہے۔

شک و بدگمانی:

بدگمانی اور شک کرنا موجودہ دور کی ایک لا علاج اور خانماں سوز بیماری ہے۔ اس عادت کا شکار زیادہ پر خواتین ہوتی ہیں۔ بظاہر یہ معمولی بات، درحقیقت ازدواجی بگاڑ اور جھگڑوں کے لئے فتنے کا سبب بنتی ہے۔ شوہر پر بلاوجہ بے اعتباری اور شک و شبہ نہ صرف گھریلو زندگی میں بدمزگی اور بے اعتنائی کا موجب بنتا ہے۔ بلکہ شوہر کہ طرف سے بھی لڑائی جھگڑے اور نالہ و فریاد کا سبب بنتا ہے۔ کیونکہ ایک عام مرد کسی ناکردہ گناہ کا الزام برداشت نہیں کر سکتا اور انتقاماً یا تو وہ اس حرکت کا ارتکاب کر گزرتا ہے۔ یا پھر گھریلو زندگی سے بے اعتنائی برتنے لگتا ہے۔ ابن فرید لکھتے ہیں:

"عام طور پر بیویاں اپنے شوہروں کے بارے میں سوچتی ہیں کہ اس مخصوص معاملہ میں وہ قابل اعتبار نہیں، چنانچہ ان پر بہت کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے ذرا بھی رات کو واپسی میں تاخیر ہوئی، اور طرح طرح کے وسوسہ پیدا ہونے لگے۔ پھر ان کو ذہن میں رکھ کر جرح کی جانے لگی، ذرا بھی کسی خاتون کا ذکر شوہر کی زبان پر آ گیا اور بیوی کے کان کھڑے ہو گئے بلکہ ٹسوے بہانے تک نوبت آئی۔

غرض ایسے کتنے ہی مواقع ہوتے ہیں جب عام طور سے شوہروں کو صفائی دینی پڑتی ہے بلکہ حلف اٹھانے اور قسم کھانے تک نوبت جا پہنچتی ہے۔"[20]

جب کہ شکی عورتیں بے کار قسم کی بدگمانیوں اور شکوک و شبہات میں پڑ کر شوہر پر الزام تراشی، بہتان درازی اور چغل خوری کا سلسلہ دراز کر دیتی ہیں۔ شب روز اسی موضوع پر بات کرتے ہوئے دوست دشمن سب کے سامنے شوہر کی کردار کشی کا قبیح عمل کر گزرتی ہیں۔ اور لوگ سوچے سمجھے بغیر ہمدردی کے طور پر ان عورتوں کی باتوں کی تائید کرتے ہیں۔ اعتراضات اور بدگمانیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ گھریلو ذمہ داریوں اور بچوں کی تربیت سے کوتاہی برتی جاتی ہے۔ لڑائی جھگڑے اور فتنہ فساد کا آغاز ہو جاتا ہے اور زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ عورتوں کے شک وشبہ کے اثرات کے بارے میں علامہ امینی لکھتے ہیں:

"اس قسم کی باتوں سے اپنی اور بیچارے شوہر و بچوں کی زندگی اجیرن کر دیتی ہیں، گھر کو جسے کہ مہر و محبت اور آرام و سکون کا گہوارہ ہونا چاہیے، قید خانہ بلکہ جہنم بنا دیتی ہیں۔ اور جو آگ لگائی ہے اس میں خود بھی جلتی ہیں ار بے گناہ بچوں اور شوہر کو بھی جلاتی ہیں۔"[21]

وہ بد قسمت خاندان جو شکوک و شبہات، بدگمانیوں، غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں ان کے افراد کی زندگیاں تلخ اور برباد ہو جاتی ہیں۔ سب سے زیادہ نقصان ان بے چارے معصوم بچوں کا ہوتا ہے جو اس قسم کے لڑائی جھگڑے اور تناؤ سے بھرے ماحول میں زندگی گزارتے ہیں اس برے ماحول کا زہر ان کی روح اور ذہن پر بدترین اثرات مرتب کر دیتا ہے۔ جو آئندہ زندگی میں ان کے لئے کئی مشکلات کا سبب بنتا ہے۔

جب کہ اسلام اس معاملے میں عدل وانصاف سے کام لیتا ہے۔ اور شرعی قوانین واصول کے تحت کسی کو بھی شک وشبہ اور بدگمانی کے ضمن میں موردالزام نہیں ٹھہراتا بلکہ اس کے لئے گواہ اور شہادت کی شرائط مقرر کرتا ہے۔ لہذا یہ مناسب نہیں کہ کسی دلیل و ثبوت کے بغیر الزام تراشی کی جائے اور کسی کو بھی بلاوجہ موردالزام ٹھہرایا جائے۔

شکوک وبدگمانی گھروں میں آگ لگا دیتی ہے اور معمولی باتیں بڑھ کر بڑے بڑے بگاڑ کا سبب بنتی ہیں۔ جب کہ گھریلو معاملات میں ذرا ذرا سی باتوں پر درگزر اور چشم پوشی در حقیقت بڑے فساد اور لڑائی جھگڑوں سے خاندانوں کو بچاتی ہے۔[22]

ایثار اور باہمی تعاون کا فقدان:

ازدواجی رشتے کا حسن باہمی تعاون، ایثار اور قربانی جیسے بلند ہمت رویوں پر منحصر ہے۔ گھریلو زندگی کی بنیاد خلوص اور موانست پر استوار ہے۔ ازدواجی تعلق دونوں فریقین سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے قربانیاں دے سکیں اور اپنی خواہشات و جذبات کو پس پشت ڈال کر باہمی تعاون اور ایثار پر آمادہ ہوں اور ایک دوسرے کے ہمدرد اور غم خوار ثابت ہوں۔ اسی سے رشتہ ازدواج اس قدر مستحکم اور پائیدار ہوتا ہے کہ خوشی و غم، سلامتی و بیماری، خوشحالی اور تنگ دستی ہر حال میں زوجین ایک دوسرے کے ساتھی ورفیق ثابت ہو جاتے ہیں۔ اس رشتہ میں خود غرضی، انا پرستی اور محض اپنی خوشی کا خیال، رشتہ ازدواج کے حسن کو تہس نہس کر دیتا ہے۔ دلوں میں تنگی کا عنصر زیادہ ہو جاتا ہے اور معمولی سا اختلاف رائے بھی بڑے بڑے جھگڑوں اور خرابیوں کا سبب بنتا ہے۔ ابن فرید لکھتے ہیں:

"گھر کو چلانے والے ان دو افراد میں فیصلے اور ارادے کا اختلاف ہو جاتا ہے جن کی ہم آہنگی ضروری ہے۔ دونوں میں اگر ہمدردی اور تعاون کا جذبہ نہ ہو گا تو بہت سے کام نہ ہو سکیں گے، خاص طور پر بچوں کی تربیت پر برا اثر پڑے گا اور گھر بد نظمی کا شکار ہو جائے گا۔"[23]

خوشگوار ازدواجی زندگی کے لئے ضروری ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہوں، ایک دوسرے کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کریں اور اعلی ظرفی سے کام لیتے ہوئے ایک دوسرے کی کمزوریوں کے ساتھ زندگی گزارنے کی سعی اور کوشش کریں۔ ایک دوسرے کی خطاؤں پر کڑی نظر رکھنا اور تضحیک و تحقیر کرنے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا درحقیقت خاندانی زندگی کا شیرازہ بکھیر کے رکھ دیتا ہے۔ مولانا مودودی روح ازدواج کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اسلام میں ازدواجی تعلقات کے لئے جو قوانین مقرر کیے گئے ہیں ان سب میں اس مقصد کو پیش نظر رکھا گیا ہے زوجین اگر ایک دوسرے کے ساتھ رہیں تو صلح و آشتی، محبت اور دلی یک جہتی کے ساتھ رہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں اور آپس کے تعلقات میں فیاضانہ برتاؤ رکھیں۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کر سکیں گے تو پھر ان کی یک جائی سے جدائی بہتر ہے۔ کیونکہ مودت ورحمت نکل جانے کے بعد ازدواجی تعلق ایک مردہ جسم ہے جس کو اگر دفن نہ کر جائے تو عفونت پیدا ہو گی اور اس سے خانگی زندگی کی ساری فضا زہر آلود ہو جائے گی۔"[24]

ازدواجی تعلق کی بنیاد محبت و مودت ہے۔ اللہ تعالی نے اس تعلق کا منشا سکون و اطمینان قرار دیا ہے۔ دنیا کے جھمیلوں اور پریشانیوں میں گھر ہی وہ واحد پناہ گاہ ہے جہاں انسان سکون اور اطمینان حاصل کر سکتا ہے۔ ایک عورت کی مہربانی، دلجوئی، غم گساری اور وفاداری اور تعاون نہ صرف مرد کے لئے باعث سکون ہیں۔ نعیم صدیقی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عورت کا وجود تو بنایا ہی گیا ہے سراپا سرچشمہ تسکین۔ اور اگر یہ سرچشمہ تسکین بھی سوکھ جائے تو مرد کو وحشی، درندہ، خونی، جنگجو اور فتنہ انگیز ہونے میں شیطنت کی آخری حد تک پہنچنے سے کون بچا سکتا ہے۔"[25]

موجودہ دور میں عورت ہی کی خود غرضی، مطلب پرستی، اور تنگ دلی کی بنا پر مرد کے رویے اور کردار میں منفی تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ عورتوں کے بلند معیار زندگی کی تمنا، قناعت کے فقدان، زیادہ سے زیادہ نعمتوں کی حرص، کوتاہیوں اور غلطیوں کی چشم پوشی اور درگزر و برداشت کی عدم موجودگی اور مردوں سے برابری اور مقابلہ بازی نے مردوں کے مزاج کی بلند ہمتی، برداشت اور اعلی ظرفی کو ختم کر دیا ہے۔ وسائل کی کمی و بیشی، اور تنگی و ترشی میں عورت کے عدم تعاون نے گوناگوں مسائل کو جنم دیا ہے۔ جس میں اہم ترین مرد ہی کا بدترین رد عمل بد اخلاقی، تشدد اور ظلم و ستم کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ اور افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ اس کا زیادہ تر شکار عورت ذات ہی ٹھہرتی ہے کیونکہ عورت بہر حال مرد کے مقابلے میں کمزور ہی ہے۔

شوہر کی مقابلہ بازی:

ہمارا موجودہ معاشرہ ایک دولت پرست اور اسراف پسند معاشرہ ہے۔ جہاں ترقی کے نام پر معیار زندگی بڑھانے کی دوڑ میں سب ایک طوفان میں بہے جا رہے ہیں۔ اس طوفان میں ہماری عورتیں سب سے زیادہ متاثر ہو گئی ہیں۔ جن کی اندھی خواہشات، مادیت پرستی اور دوسروں سے آگے بڑھنے کی ہوس نے معاشرے کے رنگ ڈھنگ ہی بدل دئے ہیں۔ نہ صرف معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز وسائل زندگی بروئے کار لائے جا رہے ہیں بلکہ رشتے ناطے بھی اسی دولت کے معیار پر

پرکھے جارہے ہیں۔زندگی کا منشا صرف ایک اعلیٰ زندگی ہے جہاں کوئی کمی بیشی نہ ہو بلکہ معیار زندگی بلند سے بلند تر ہو اور بہترین ہو۔ رشتے ناطے بھی معیار کے مطابق ہوں اور زندگی کی نعمتوں کے حصول میں بھی دوسروں سے سبقت حاصل رہے۔

زندگی کی دوڑ میں شریک یہ خواتین اپنے شوہروں کو بھی مقابلے کی ایک کڑی تصور کرتے ہوئے خوب سے خوب تر کی متلاشی ہیں اور کمی بیشی کی صورت میں ناشکرا پن اور حسرت و بے اطمینانی کی زندہ تصویر ہیں۔

امور خانہ داری اور گھر داری سے عدم توجہی اور غفلت:

اللہ تعالی نے نظام فطرت میں عدل و توازن کے لئے مرد و عورت کا دائرہ کار مقرر کر دیا ہے۔ جس کی رو سے بیرون خانہ امور و معاملات کا نگراں اور ذمہ دار مرد کو قرار دیا ہے اور امور خانہ داری، نسل نو کی تخلیق اور پرورش و تربیت کی ذمہ داری عورت کے سپرد کی ہے اور پاکستانی معاشرے میں مغرب کے تہذیبی و تمدنی غلبہ کی ایک صورت عورت کا اس کے فطری فرائض سے فرار ہے اور آزادی و خود مختاری حاصل کرنے کے لئے مردوں کی معاشی جدوجہد کی روش اختیار کرنے کی ناکام کوشش ہے۔ جس نے عورت کو سوائے خسارے اور نقصان کے کچھ بھی عطا نہیں کیا ہے۔ نعیم صدیقی اس صورتحال کے بارے میں لکھتے ہیں:

”عورتیں گھروں سے نکل کھڑی ہوئی ہیں۔ ڈگریاں اور ڈگریوں کے بل بوتے پر نوکریاں حاصل کرنے کے چکر میں پڑ گئی ہیں کلبوں اور رقص گاہوں کا سلسلہ چل نکلا ہے۔ مینا بازار لگنے لگے ہیں۔ مقابلہ ہائے حسن کا ذوق ابھر رہا ہے، زوجین کی وفاداری متزلزل ہو رہی ہے۔ خاندانی نظام میں مردوں کی لیڈر شپ کا دور ختم ہو رہا ہے۔ عورت اور مرد نئے نظام معاشرے میں رسہ کشی کرنے والے دو فریق بن چکے ہیں۔“[26]

معاشرے میں پھیلی بے ترتیبی اور بدنظمی کی اصل وجہ عورت ہی کی امور خانہ داری سے گریز اور فرار ہے۔ ساتھ ہی سلیقہ و صفائی کی وہ تربیت جو افراد معاشرہ اپنے گھروں سے حاصل کرتے تھے اس کا شدید فقدان ہے۔اور عورت کی معاشی اور بیرونی سرگرمیوں کی بناپر بچوں میں ان امور کا شدید فقدان پایا جاتا ہے۔ محترمہ تبسم یاسمین صاحبہ اس اہم پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

”ہمارے معاشرے میں جو جگہ جگہ کچروں کے ڈھیر، ابلے ہوئے گٹر، دیواریں پان کی پیکوں سے مزین، پبلک باتھ روموں کی حالت ناقابل بیان، ان سب کے پیچھے ہمارے گھروں سے ملنے والی تربیت کا فقدان ہے۔ گھروں میں یہ ترتیب دینے والی عورت ہی ہے۔ وہ اس چیز سے بے نیاز ہوگئی ہے کہ اس نے اپنے اہل خانہ کو سلیقہ و صفائی کا شعور دینا ہے اگر وہ اہل خانہ میں سلیقہ و صفائی کا خیال پیدا کرتی تو پورے معاشرے پر اس کا اثر نظر آتا۔“[27]

آج معاشرہ سستی، کاہلی، بدنظمی، بے ترتیبی، گندگی اور غیر ذمہ دارانہ رویہ کا حامل ہے۔ اس کی وجہ عورت کا غیر ذمہ دارانہ رویہ اور طرز عمل ہے۔ گھریلو ذمہ داریوں اور معاملات کی دیکھ بھال ہر صورت میں عورت کے اوپر ہی عائد ہوتی ہے۔ جب کہ آج صورتحال یہ ہے کہ عورت کا امور خانہ داری اور گھریلو ذمہ داریوں میں مصروف عمل رہنے کو اس کی کمزوری، کم فہمی اور کم عقلی قرار دیا جاتا ہے۔ اور عورت کے لئے کسب معاش کی ذمہ داری اٹھانا اس کا وصف اور حسن قرار دیا جاتا ہے۔ اسی کسب معاش اور ترقی نسواں کے دھوکے نے عورت کو امور خانہ داری سے بے نیاز کر دیا ہے۔ نعیم صدیقی اس ضمن میں ڈاکٹر سولیون کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"عورتوں کا عام صنعتی کار گاہوں میں بھرتی ہو جانا صرف شادی شدہ ہونے کی صورت میں گھریلو ذمہ داریوں ہی میں خلل نہیں ڈالتا بلکہ یہ لڑکپن کے زمانے میں خانہ داری کا علم حاصل کرنے میں بھی رکاوٹ بنتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ طباخی، صفائی، ستھرائی اور بچوں کے رکھ رکھاؤ کے معاملات میں کامل جہالت ہر طرف پھیلتی جارہی ہے۔ اس چیز نے ہمارے ملک کے نچلے محنت پیشہ طبقات سے تعلق رکھنے والی ماؤں اور بیویوں کو انتہائی بے یارومددگار اور فضول خرچ بنا دیا ہے۔[28]

عورتوں کی امور خانہ داری سے لاپرواہی کی بنا پر گھر ویران اور برباد ہو گئے ہیں۔ بیرون دنیا کے معاملات میں اپنا سو فیصد نتیجہ دینے کے بعد عورت گھر دری کی ذمہ داریوں کے ساتھ انصاف کر ہی نہیں سکتی، عورتوں کی گھروں سے لاتعلقی کی بنا پر مرد بھی اپنے گھروں سے دور، لاعلم اور بے نیاز ہوتے جارہے ہیں اور گھریلو اور خاندانی نظام تیزی سے تنزلی کا شکار ہورہا ہے۔ ابن فرید لکھتے ہیں:

"بے ڈھنگے انداز میں گھر داری کرنے والی والی خاتون کب اپنے گھر والوں اور خاص طور پر شوہر کو خوش رکھ سکے گی جو گھر آنے کے بعد ایک صاف ستھری فضا کا خواست گار ہوتا ہے اور وہ اسے نصیب نہیں ہوتی۔"[29]

اصل حقیقت یہ ہے کہ عورت کے لئے امور خانہ دار اور گھریلو وضائف کو سرانجام دینا نہایت قابل فخر اور باعزت شغل ہے۔ جو عورتیں ان امور کو اپنے لئے باعث عار سمجھتی ہیں وہ حقیقی معنوں میں ان امور کی قدر و قیمت سے نا آشنا ہیں۔ خصوصاً تعلیم یافتہ عورتیں اس بارے میں زیادہ اہم اور ذمہ دار ہیں کہ وہ امور خانہ داری اور شوہر داری کا فریضہ انجام دیں تاکہ وہ دوسروں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں۔

ازدواجی معاملات میں دوسروں (گھر والوں) کی دخل اندازی:

ہمارے معاشرے میں مروج معاشرت زندگی میں دوسروں کی زندگی میں دخل اندازی کا بہت عمل دخل ہے۔ جو گوناگوں معاشرتی خرابیوں کا پیش خیمہ ہے۔ خصوصاً ازدواجی زندگی میں خاندان کے دوسرے افراد کی دخل انداز اور نکتہ چینی اور عمل دخل سے بہتیرے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب کے پس پردہ دین سے دوری اور اخلاقی تربیت کا فقدان ہے۔

اس ضمن میں جب نئی نویلی بہویں گھر میں آتی ہیں تو وہ زیادہ عتاب کا شکار ہوتی ہیں، چنانچہ اسلام میں نکاح کا مقصد صرف دو لوگوں کا ملنا نہیں بلکہ یہ ایک نئے گھر اور خاندان کا آغاز ہے جہاں دونوں فریقین باہمی تعاون اور محبت وانسیت کی بنا پر ایک نئے گھر کی بنیاد رکھتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں نکاح کے اس اصلاحی مقصد کا فقدان ہے اور اس طور خالص ہندوانہ طرز عمل کی پیروی ہے۔ کیونکہ برصغیر پاک وہند میں ایک طویل عرصے سے ہندوؤں کے ساتھ رہتے ہوئے مسلمانوں نے بہت سارے معاشرتی معاملات میں ہندوانہ طرز فکر و عمل کو اختیار کر لیا ہے جہاں شادی کے بعد علحدہ گھر کا کوئی تصور نہیں ہے، اور بہو کی حیثیت محض ایک غیر اور اجنبی فرد قرار پاتی ہے اور اس کو کسی قسم کا اختیار نہیں دیا جاتا۔ اور اس کے ہر معاملے میں دخل اندازی اور مداخلت کی جاتی ہے۔ گھریلو معاملات میں بے ربطگی اور انتشار کی وجہ بیان کرتے ہوئے اور گھریلو اختیارات اور ذمہ داریوں کی افراط و تفریط کے بارے میں ابن فرید لکھتے ہیں:

"ساس بہو میں سب بڑی جنگ اختیارات کی ہوتی ہے اور بڑا نازک معاملہ ہوتا ہے۔ ساس یہ چاہتی ہے کہ پہلے کی طرح ہر چیز میں اس کا عمل دخل رہے۔ حقیقت میں اسے خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں اس کو گھر کے معاملات سے بے دخل کرکے ناکارہ نہ بنا دیا

جائے۔اور جب وہ لڑکے اور بہو پر بوجھ ہو جائے تو اس سے ناروا سلوک کیا جائے۔بس اسی خطرہ کی وجہ سے وہ اپنے اختیارات کا مظاہرہ کرتی ہے۔"[30]

جب کہ عورت بحیثیت ماں اپنے بچے کی بہترین تربیت و پرورش کر کے اس خوف سے نجات پا سکتی ہے۔عورت کا بطور ماں، ابتدا سے ہی بچے کو ماں باپ سے حسن سلوک کی تعلیم دینا، محبت و شفقت سے اخلاق کے زریں اصول کی آگاہی دینا،اولاد کو اعلی اخلاقی اقدار کا حامل بنا سکتا ہے۔

عورت کی اولین ذمہ داری شوہر کی دیکھ بھال اور اور اس کی رضامندی اور خوشنودی ہے۔حتیٰ کہ جہاں پر اس کے والدین اور شوہر کی خواہش میں تصادم ہو رہا ہو وہاں بہتری اور صلاح اسی میں ہے کہ وہ شوہر کی اطاعت اور اس کی مرضی کے مطابق عمل کرے۔لیکن ہمارے معاشرے میں عورت کا جھکاؤ فطری طور پر اپنے گھر والوں کی طرف ہی رہتا ہے۔اور ابتداء سے ہی مائیں اپنی بیٹوں کی ازدواجی زندگی میں دخل اندازی اور مداخلت کرتی ہیں۔اس سے نہ صرف داماد کی زندگی اجیرن اور مشکل بناتی ہیں بلکہ بیٹی کے دل میں بھی سسرال والوں کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرتی ہیں اور تعلقات اور رویوں میں سرد مہری اور رنجش پیدا کرتی ہیں۔[31]

یہی نادان عورتیں بیٹی داماد کی زندگی میں دخل اندازی کر کے زہر گھولتی ہیں اور ان میں لڑائی جھگڑے کو ہوا دیتی ہیں۔ساس بہو، ساس داماد کی چپقلش سے گھروں میں محاذ قائم ہو جاتا ہے اور آپس میں بدگمانیاں، جنم لیتی ہیں اور ہنستے بستے گھر جہنم کا منظر پیش کرنے لگتے ہیں۔

شوہر کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کا فقدان:

معاشرے میں پھیلی نااتفاقی، باہمی رنجشوں سے خاندان کی اجتماعی زندگی حد درجہ متاثر ہوئی ہے، رشتہ داروں کے مابین تعلقات، معمولی معمولی باتوں پر بدترین حد تک کشیدہ ہو جاتے ہیں۔صلہ رحمی، معافی درگزر اور اعلی ظرفی کے فقدان نے ایک افراتفری کی صورت حال پیدا کر دی ہے۔بالخصوص عورتوں کا مزاج بن گیا ہے کہ سسرالی رشتہ داروں سے میل ملاپ میں کھچاؤ رکھا جائے۔باوجود اس کے کہ ان کی ذمہ داری اور کفالت ان کے شوہروں پر ہی ہوتی ہے۔لیکن ان کی اولین کوشش یہی ہوتی ہے کہ شوہر سوائے اس کے اور بچوں کے کسی دوسرے پر توجہ نہ دیں اور خرچ نہ کریں، خواہ وہ اس کے ماں باپ، اور خونی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔وہ ان کے مابین تعلقات بگاڑنے کے درپے رہتی ہیں۔اخلاقی معاملات میں صفر ہونے کی بنا پر تمام غیر اخلاقی ہتھکنڈے سینہ تان کر استعمال کئے جاتے ہیں۔جس کی تربیت انہیں اپنے گھریلو ماحول سے ملتی ہے، دوسری طرف ہمارے ذرائع ابلاغ ڈراموں، فلموں اور رسائل کی صورت میں ان معاملات بد کو ہوا دے رہے ہیں۔اختیارات کی جنگ میں بہو ساس کو شکست دینے کی نت نئی سازشیں تیار کرتی رہتی ہے۔ابن فرید لکھتے ہیں:

"ایسی بہوؤں کی مثالیں بھی ہمارے سامنے ہیں جو خواہ مخواہ جھگڑے کھڑے کر دیتی ہیں اور ساس کو زچ کرتی ہیں وہ یہ سمجھتی ہیں کہ اس طرح اگر انہوں نے ساس کو شکست دیدی تو ان کی ناک اونچی رہے گی۔"[32]

خلاصہ

عائلی معاملات کی اس ساری صورتحال کے بدترین نتائج گھریلو اور خاندانی جھگڑوں اور فساد کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔کوئی بھی اپنے حقوق چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتا، لہٰذا اس کے ردعمل کے طور پر آپس کے تعلقات کشیدگی اختیار کر لیتے ہیں۔زیادہ پریشانی اور غم وغصہ مرد کے حصہ میں آتا ہے، جو عموماً اس صورتحال میں بے بس تصور کیا جاتا ہے، کیونکہ اس کی تربیت

بھی اسی ماحول میں ہوئی ہوتی ہے جہاں عورت دوسروں کے حقوق غصب کرنے کی کوششوں میں لگی رہتی ہے۔فطری طور پر گھر والوں کے لئے جھکاؤ رکھتے ہوئے مرد کے لئے یہ صورتحال نہائت پیچیدہ ہو جاتی ہے کہ وہ کیا لائحہ عمل اختیار کرے۔اس سے بالعموم گھریلو جھگڑے پروان چڑھتے ہیں اور روز روز کی لڑائیوں سے گھر کا ماحول کشیدہ ہوتا ہے اور بچے متاثر ہوتے ہیں۔اس موقع پر ایک مرد کے لئے دوہری مشکل کھڑی ہو جاتی ہے۔بیوی کا ساتھ دینا اگر مرد کی اخلاقی و معاشرتی ذمہ داری ہے تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی اس کے لئے فرض کی حیثیت رکھتی ہے۔

حوالہ جات

---

[1]النساء 34:4

[2]علامہ ابراہیم امینی،خاندان کا اخلاق،مترجم:محترمہ عندلیب زہرا کاموںپوری،کراچی،دار الثقافۃ الاسلامیہ 1992،ص10

[3]سید ابو الاعلی مودودی،حقوق الزوجین،ص:45

[4]نعیم صدیقی،عورت معرض کشمکش میں،ص:126

[5]علامہ ابراہیم امینی،خاندان کا اخلاق،ص108

[6]محمد بن اسماعیل بخاری،بخاری شریف،باب کفران العشیر،کتاب النکاح،کراچی قدیمی کتب خانہ،ص:783،ج:2

[7]علامہ ابراہیم امینی،خاندان کا اخلاق،ص46

[8]نعیم صدیقی،اصلاح معاشرہ،کراچی،ترجمان القرآن سوسائٹی،س ن،ص10

[9]ابن فرید،گھریلو جھگڑے،ص125.

[10]علامہ ابراہیم امینی،خاندان کا اخلاق،ص:47-48

[11]سورۃ البقرہ۔آیت:187

[12]علامہ ابراہیم امینی،خاندان کا اخلاق،ص،31

[13]ابن فرید،گھریلو جھگڑے،لاہور،ادارہ بتول،1984،ص،175

[14]بخاری،امام محمد اسمٰعیل بخاری،صحیح بخاری،ص:783،ج:2

[15]ابن فرید،گھریلو جھگڑے،ص125

[16]علامہ امینی،خاندان کا اخلاق،ص112،111

[17]سورۃ البقرہ۔آیت:187

[18]سید ابو الاعلی مودودی،حقوق الزوجین،ص22

[19]سورۃ النسا:34

[20]ابن فرید،گھریلو جھگڑے،ص141

[21]علامہ ابراہیم امینی،خاندان کا اخلاق،ص:79-83ملخصا

[22]ابن فرید،گھریلو جھگڑے،ص173

[23]ابن فرید،گھریلو جھگڑے،ص126

[24]سید ابو الاعلی مودودی،حقوق الزوجین،ص:22

[25]نعیم صدیقی،عورت معرض کشمکش میں،ص195

[26]نعیم صدیقی،عورت معرض کشمکش میں،ص60

[27] تبسم یاسمین، مضمون: سلیقہ وصفائی از آئینہ، ص،30

[28]نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں، ص:71

[29]ابن فرید،گھریلو جھگڑے،ص:131

[30]ابن فرید،گھریلو جھگڑے،ص:104

[31]علامہ ابراہیم امینی، خاندان کا اخلاق،ص:97

[32]ابن فرید،گھریلو جھگڑے،ص:110